عالمی اسلامی کانفرنس

عراق میں نو روز

(۳)

مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی

۹½ بجے کے قریب جلسہ گاہ (قاعۃ النعمان) واپس آگئے، جلسہ کی کارروائی شروع ہی ہوئی تھی کہ ہم بھی پہونچ گئے، آج کی صبح و شام کی دونوں نشستوں میں مقالے پڑھے گئے، مقالے پڑھنے والے زیادہ تھے اور وقت ان کی تعداد کے لحاظ سے کم تھا، اس لیے صدرِ اجلاس ہر صاحب مقالہ سے اختصار و تخفیف کی درخواست کرتے رہے، لیکن مقالہ نگاروں کا مزاج ہر جگہ کا یکساں ہی ہوتا ہے کہ پڑھنے والا پڑھتا ہی رہتا ہے اور سننے والے گھٹتے رہتے ہیں، اس اجتماع میں تو عرب ہی عرب تھے جن کا زورِ خطابت، قوتِ بیان اور شعلہ مقالی ضرب المثل ہے، پھر بھی رئیسِ مجلس نے غیر معمولی انتظامی صلاحیت کا ثبوت دیا اور پڑھنے والوں نے بھی ان کے منصب کا پورا پورا لحاظ رکھا۔ صومالیہ کے نمائندے کو آج ہی واپس ہونا تھا اس لیے ان کی استدعا پر پہلے انہی کو مقالہ پڑھنے کا موقع دیا گیا، ابھی مقالہ کا کچھ ہی حصہ پڑھا گیا تھا کہ مجمع کی سنجیدگی شور و غوغا میں تبدیل ہوگئی، اور ہر طرف سے "نہیں سنیں گے" کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور "بیٹھ جاؤ" "نہیں سنیں گے" کے ہم معنی عربی فقرے پوری فضا میں گونجنے لگے، صومالیہ کا نمائندہ بھی پختہ کار اور سخت جان تھا، اس افراتفری کے باوجود اس نے مائک نہیں چھوڑا اور ڈائس پر ڈٹا رہا، جیسے ہی آوازے ہلکے پڑتے

مقالہ شروع کر دیتا، زیادہ شور ہوتا تو پھر چند لمحے خاموش رہتا۔ صورت یہ تھی کہ صومالیہ میں پچھلے دنوں "مسلم پرسنل لا" میں ردّ و بدل کے سلسلے میں بہت سی ناواجب اور نادرست حرکتیں کی گئی تھیں اور جو علماء حکومت کی پالیسی میں مُزاحم ہوئے تھے ان کے ساتھ سخت ظالمانہ اور بے رحمانہ سلوک کیا گیا تھا، مقالے میں جیسے ہی "مسلم پرسنل لا" کے متعلق کوئی بات آئی، سامعین کے جذبات مشتعل ہوگئے اور پورا ہال گرم ہوگیا، تلخی کی یہ فضا دیر تک قائم رہی، صدرِ اجلاس مولانا شیخ عبداللہ غوشہ نے اس مرحلے پر ایک مختصر، موثر تقریر کی اور فرمایا صومالیہ کی مسلم حکومت نے ترکہ اور میراث میں مرد، عورت کو برابر کر دیا ہے، یہ صریحاً نص قرآنی کے خلاف ہے، اس میں کوئی تاویل قابل سماعت نہیں ہوسکتی۔ "شرکاء کے ایک طبقے کا مطالبہ یہ تھا کہ حکومتِ صومالیہ کے خلاف مؤتمر میں باضابطہ تجویز لائی جائے، لیکن اس سے بہت سے دوسرے دروازے کھل جانے کا اندیشہ تھا اور یہ اندیشہ صاف نظر آرہا تھا، اُن دنوں ایران اور عراق کا نزاع بھی شباب پر تھا، میں نے بہت سے عراقی ڈلیگیٹوں کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ اس اجتماع میں ایران کے خلاف ریزولیشن نہ آیا تو پھر اس موتمر اور ہمارے آنے کا کیا فائدہ ہے" مختلف ملکوں کے اور بھی متعدد نزاعی مسائل ہیں جو ایسے اجتماعات میں اُٹھا کرتے ہیں، اس لیے میرا رجحان شروع ہی سے یہ تھا کہ مسئلہ فلسطین اور بیت المقدس کی تجویز کے علاوہ براہ راست کوئی دوسری بنیادی تجویز اجلاس میں نہ آئے اور یہی منشا صدرِ مؤتمر شیخ عبداللہ غوشہ اور موتمر کے منتظم اعلیٰ شیخ نافع قاسم کا تھا، بہت کچھ ردّ و کد کے بعد یہ طے ہوا کہ موتمر کی جانب سے صومالیہ کے صدر کو فوراً ایک احتجاجی تار دیا جائے، چنانچہ تار کا مضمون تیار کیا گیا اور صدرِ اجلاس نے اجتماع سے اس کی باضابطہ منظوری لے لی اور تار اسی وقت روانہ کر دیا گیا، اس ضروری کارروائی کے بعد پھر مقالات کا سلسلہ شروع ہوگیا، جو تقریباً ۲ بجے تک جاری رہا، آج کہیں باضابطہ دعوت نہیں تھی، اس لیے سیدھے قیام گاہ پر آئے، کھانا کھایا اور ظہر کی نماز سے فارغ ہوکر آرام کیا شام کو بازاروں کی سیر کی اور شہر کی جدید کالونیوں کو بھی دیکھا، موجودہ حکومت اس تاریخی شہر کی توسیع و ترقی پر غیر معمولی توجہ دے رہی ہے اور صنعت و حرفت میں بھی زبردست اضافہ ہو رہا ہے۔ حکومت کی کوشش یہ ہے کہ ضرورت کی تمام چیزیں اپنے ہی یہاں تیار

کی جائیں اور ملک خود کفیل ہو جائے ، ماسکو کے بازاروں کی طرح بغداد کے بازار بھی تمام تر مقامی مصنوعات سے بھرے ہوئے ہیں اور خریدنے والے ذوق وشوق سے یہ چیزیں خریدتے ہیں حالانکہ ان کی کوالٹی باہر کی مصنوعات کے برابر نہیں ہے ، روس کے دورے اور اس دورے کے بعد یہ اندازہ ہوا کہ ہندوستان بہت سی صنعتوں میں ، خاص طور پر صنعت پارچہ بافی میں ان ملکوں سے کافی آگے ہے، وہاں کے کپڑوں کی قیمتیں دیکھکر اپنے ملک کے نفیس ، پائدار اور نرم ونازک کپڑے یاد آئے ، سوق السرائے بغداد کا مشہور بازار ہے ، یہاں ضرورت کی ہر چیز ملتی ہے، ہمارے مرافق نے اس نے اس بازار کی خوب سیر کرائی ، شارع المتنبی بھی اس بازار سے لگی ہوئی ہے ، اس سڑک پر کتابوں کا زبردست کاروبار ہے ، بغداد کے تمام بڑے بڑے مکتبے یہیں ہیں ، ہم صرف چند منٹ کے لئے مکتبۃ المثنیٰ جا سکے ، جی چاہتا تھا کچھ دیر یہاں ٹھہریں مگر وقت نہیں تھا، مکتبۃ المثنیٰ کا شمار عراق کے بڑے مکتبوں میں ہوتا ہے ، مذہبی ، تاریخی ، ادبی ہر قسم کی کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ اس مکتبہ میں رہتا ہے ، اس کا اپنا بہت بڑا پریس بھی ہے ، مکتبۃ المثنیٰ کی طرح اور بھی بڑے بڑے کتاب خانے ہیں جہاں اعلیٰ پیمانے پر کتابوں کی طباعت اور فروخت کا انتظام ہے ، قدیم لٹریچر کے علاوہ جدید سیاسی لٹریچر کی فراوانی ہے ، جس کو دیکھ کر ہوا کا رُخ پہچاننے میں دشواری نہیں ہوتی ، بازاروں کی سیر و تفریح سے فارغ ہوکر متعدد اہم مساجد بھی دیکھیں ، جیسے جامع الخلفاء ، جامع عائشہ خاتون ، جامع اربعۃ عشر ، یہ تمام مسجدیں عظیم الشان اور لائق دید ہیں ، جن میں بار بار نماز پڑھنے کو جی چاہتا تھا ، معلوم ہوا کہ چند کیلو میٹر کے اس ٹکڑے میں سیکڑوں مسجدیں ہیں ، جو سب کی سب وزارۃ الاوقاف کی نگرانی میں ہیں اور وزارتِ اوقاف ہی اُن کے مصارف برداشت کرتی ہے ، عام مسجدوں کے اماموں اور خطیبوں کی تنخواہیں بھی ہمارے یہاں کے اعتبار سے بہت زیادہ ہیں بلکہ یہاں اور وہاں میں کوئی نسبت ہی نہیں ہے ، لیکن مشہور اور بڑی مسجدوں کے ائمۃ اور خطباء عام طور پر بڑے بڑے علماء ہوتے ہیں جو سوسائٹی میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں اور جن کو ہزار ہا روپے ماہانہ منصب ملتا ہے ، ان حضرات سے خوب بے تکلفانہ باتیں ہوئیں ، مسجد اربعۃ عشر کے امام صاحب

جوان دنوں مسجد عائشہ خاتون کے خطیب ہیں، انڈونیشیا میں بھی ہمارے ساتھ تھے، مؤتمر کے اجتماعات سے فراغت کے بعد صرف بغداد میں کم سے کم ایک ہفتہ قیام کی ضرورت تھی، اور مزید قیام کے لیے شیخ نافع قاسم صاحب کا اصرار بھی تھا مگر مجھے "مسلم مجلس مشاورت" اور "مسلم پرسنل لا" کے اجتماعات میں شرکت کے لیے ۷ر فروری کو بنگلور پہونچنا تھا اس وجہ سے قیام میں توسیع کا کوئی سوال ہی نہیں تھا اور بغداد کی تفصیلی سیر کے علاوہ موصل، بصرہ وغیرہ کے پروگرام بھی ملتوی کرنے پڑے، اتوار کا دن خاص طور پر مقالات کے ہجوم کا دن تھا، پہلی نشست ٹھیک ۹ بجے شروع ہوئی جو مسلسل پانچ گھنٹے تک جاری رہی، اس نشست میں مصر، شام، اُردن، کویت، الجیریا، لیبیا، مراکش، ٹیونس، الوظبی، افغانستان، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، بلغاریہ، یوگوسلاویہ، روس اور افریقہ کی متعدد ریاستوں کے نمائندوں کو اپنے مقالے پڑھنے تھے، اکثر مقالات مسئلہ فلسطین، بیت المقدس کی غیر معمولی اہمیت اور صیہونیت کے جارحانہ عزائم سے متعلق تھے، بعض مقالات نہایت پرجوش اور ولولہ انگیز تھے، مقالات کا ایک حصہ تعلیماتِ اسلامی کی خصوصیات اور دیگر الہامی مذاہب کے بارے میں اسلام کے موقف کی وضاحت پر مشتمل تھا، اور اسلام کے اس موقف کو دل پذیر اور دل نشین قالب میں پیش کیا گیا تھا کچھ ایسے مقالات بھی تھے جن کو سن کر محسوس ہو رہا تھا کہ ازراہِ ثواب صرف آیاتِ قرآنی کی تلاوت کی جارہی ہے، اس طرح کی چیزوں کے بابرکت ہونے میں دو رائیں نہیں ہوسکتیں لیکن ہر بات کا ایک موقع محل ہوتا ہے، اس اجتماع میں یہ طریقہ کچھ زیادہ موزوں معلوم نہیں ہو رہا تھا، "ادارۂ دینیہ تاشقند وقزاقستان" کے صدر مولانا مفتی ضیاء الدین بابا خانوف نے بھی ایک سلجھا ہوا مختصر مقالہ پڑھا، موصوف نے ایک مقام پر روس کی مسلم ریاستوں میں رہنے والے مسلمانوں کی تعداد کا بھی ذکر کر دیا، جس پر فوراً ایک طرف سے آواز آئی "ان میں سے کتنے مسلمان حج کو جاتے ہیں" صدر اجلاس نے اس آواز کے جواب میں فرمایا "اس وقت مقالات پڑھے جا رہے ہیں، ان پر بحث نہیں ہو رہی ہے، جب بحث کا وقت آئے گا سوال کیجیے گا" صدر صاحب کے جواب کے بعد بات آگے نہیں بڑھی ورنہ ہاؤس اسی میں الجھ کر رہ جاتا۔ آج کے اجتماع کی ایک

خصوصیت یہ بھی تھی کہ جمہوریۂ عراق کے نائب صدر جو بالکل نوجوان ہیں، اجلاس میں شریک ہوئے اور نہایت موثر اور جان دار تقریر کی، ان کا اندازِ خطابت بھی دلچسپ اور دل پسند تھا، ان کی تقریر پہ بار بار حیرت زدیکہ مجمع نے پسندیدگی کا اظہار کیا، تقریر کا خلاصہ اور لبِّ لباب یہ تھا کہ "ہم جان کی بازی لگا کر بیت المقدس کی حفاظت کریں گے، صیہونیت کے خلاف ہمارا جہاد جاری رہے گا، اور ہم اسرائیل کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے، اور یہ کہ اتحادِ عرب اور اتحادِ اسلامی ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں" نائب صدر نے تقریر ہی نہیں کی بلکہ بہت دیر تک ارکانِ موتمر کے ساتھ بیٹھے رہے اور اجلاس کی کارروائی سے دلچسپی لی، ۲ بجے تک مقالات کی خواندگی کا سلسلہ جاری رہا، آج بغداد کے میئر کی طرف سے دوپہر کے کھانے کا انتظام "قصر السلام" میں تھا، "قصر السلام" شہر کی مشہور ترین، شاندار عمارت ہے، بڑی بڑی دعوتیں یہیں ہوتی ہیں، دفودِ موتمر کے علاوہ دوسرے بہت سے حضرات بھی کھانے پہ مدعو تھے، خوب رونق رہی اور دیر تک آزادانہ تبادلۂ خیالات ہوتا رہا، پنج سے ۴ بجے کے قریب فراغت ہوئی اور مہمان اپنی اپنی قیام گاہوں پہ واپس ہوگئے، ظہر کی نماز سے "قصر السلام" ہی میں فارغ ہو گئے تھے تھکن کافی ہو گئی تھی، دو گھنٹے کے قریب آرام کیا اور شام کی سیر کے لیے تازہ دم ہو گئے، شام کو اجتماع نہیں تھا اور یہ وقت تفریح کے لیے خالی تھا، ہم نے اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر "سلمان پاک" کا پروگرام بنا لیا، "سلمان پاک" شہر سے ۲۰ کیلومیٹر کے قریب ہے ہم لوگ ہوٹل سے ایسے وقت چلے کہ مغرب کی نماز وہاں پڑھ لیں چنانچہ ٹھیک مغرب کے وقت پہونچ گئے اور جماعت سے نماز ادا کی، یہاں پہونچ کر دل و دماغ کی کچھ اور ہی کیفیت ہو گئی، بغداد اور اس کی چہل پہل سے اب ہمارا کوئی واسطہ نہیں تھا۔ اس خطۂ پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مشہور اور بڑے درجے کے صحابی آرام فرما ہیں، (۱) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ، دونوں مزار مسجد کی بغل میں ہیں، ہم نے ادب و احترام کے جذبات سے سرشار ہو کر سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ان برگزیدہ ترین اصحاب کے مزارات پر حاضری دی اور کچھ دیر ان کے قدموں میں بیٹھے رہے، مناقب و فضائل صحابہ کا باب نہایت وسیع ہے، حضرات صحابہ میں ہر ایک کی اپنی خصوصیات ہیں، اس وقت قدرتی طور پر رسول اللہ ؐ کے ان دو مقدس ساتھیوں کے خاص خاص

فضائل و کمالات کا نقشہ سامنے آگیا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ جس اثر انگیز پیرایہ میں بیان کیا ہے، دل کا تقاضا ہے کہ اس کے ضروری ٹکڑے یہاں تحریر کیے جائیں لیکن پھر یہ سفر کی روداد نہیں رہے گی، کچھ اور چیز ہو جائے گی، اس لیے قلم پر جبر کر کے آگے بڑھتا ہوں۔

غزوات کی تاریخ میں غزوۂ احزاب یا غزوۂ خندق اپنی خاص نوعیت کے لحاظ سے حد درجہ اہم غزوہ خیال کیا جاتا ہے، یہود نے قبائل قریش کے ساتھ ساز، باز کر کے اس کو تمام عرب کی متحدہ جنگ بنا دیا تھا اور چوبیس ہزار انسانوں کے اس لشکر گراں نے مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کا خوفناک منصوبہ بنالیا تھا، آنحضرتؐ کو یہ خبریں پہونچیں تو آپ نے اصحابِ کرام سے مشورہ کیا، اس پیچیدہ اور نازک مرحلے پر حضرت سلمان فارسیؓ نے جو ایرانی ہونے کی وجہ سے خندقوں کے طریقِ جنگ سے اچھی طرح واقف تھے یہ رائے دی کہ موجودہ حالت میں کھلے میدان میں مقابلہ کرنا مصلحت نہیں ہے، بہتر یہ ہوگا کہ ایک محفوظ مقام پر لشکر جمع کیا جائے اور اس کے گرد خندق کھودی جائے، حضورؐ نے حضرت سلمان کی اس رائے کو پسند فرمایا اور خندق کھودنے کے آلات مہیا کیے گئے، مدینہ طیبہ کے تین طرف نخلستان اور مکانات کا سلسلہ تھا جو عملاً شہر پناہ کا کام دیتا تھا، صرف شام کی جانب کا رخ کھلا ہوا تھا۔ آنحضرتؐ نے تین ہزار ساتھیوں کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر اسی رخ پر خندق کھدوانے کی تیاریاں شروع کیں اور اپنے دست مبارک سے اس کی داغ بیل ڈال کر دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم فرمائی، تین ہزار فاقہ مست جسموں اور بابرکت ہاتھوں نے بیس روز میں یہ کام پورا کیا، شدید سردی کی راتیں تھیں، تین تین روز کا فاقہ تھا، فداکاران اسلام اپنی پیٹھوں پر مٹی لاد لاد کر پھینک رہے تھے اور جوش ایمان اور ولولۂ محبت میں کہتے جاتے تھے

نحن الذی بایعوا محمدًا علی الجهاد ما بقینا ابدًا

خود سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفسِ نفیس اس کام میں شریک ہیں، جسم مبارک گرد سے اٹا ہوا ہے اور اٹھا اٹھا کر مٹی پھینک رہے ہیں، زبان پر یہ رجز ہے:

واللہِ لولا اللہ ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

فانزلن سکینۃً علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

پتھر کھودتے کھودتے ایک سخت چٹان آگئی جس پر کسی کی ضرب کام نہیں دیتی تھی، جاں نثاران اسلام پریشان تھے کہ حضورؐ قریب تشریف لائے، تین دن کا فاقہ تھا شکمِ مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا، اسی حالت میں کدال ماری تو چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی، حضرت سلمان کے اس برمحل اور قیمتی مشورے سے اثر پذیر ہوکر مہاجرین وانصار دونوں بے تابانہ اور والہانہ انداز میں پکار اٹھے، "سلمان منا" مہاجرین کہتے تھے "سلمان ہماری برادری اور خاندان میں شامل ہیں" انصار کہتے تھے "سلمان ہمارے ہیں اور ہم میں داخل ہیں" آنحضرتؐ نے انصار ومہاجرین کے ان ولولہ انگیز نعروں کو سن کر فرمایا "سلمان منا اہل البیت" "سلمان ہمارے خاندان اور اہل بیت میں شامل ہیں" یہ نعرے کس کے لیے لگ رہے تھے، یہ عزت واحترام کے بام عرش پر کس کو پہونچایا جا رہا تھا، ایک ایسے شخص کو جس نے ایمان اور حق کی تلاش وجستجو کے لیے آزادی کی زندگی کی جگہ غلامی کی زندگی پسند کی تھی اور اسی حق کے لیے جہاد اور آزادی کی زندگی میں آیا تھا۔ حق کی جستجو میں تڑپنے والے اس پاک باز سے سوال کیا گیا "تمہارا نسب کیا ہے اور تمہارے والد کا کیا نام ہے" اس شیدائے حق اور جاں نثار نبی نے جواب دیا "سلمان ابن اسلام" (سلمان فرزند اسلام) حدیث شریف میں ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا "جنت تین شخصوں کی خاص طور پر مشتاق ہے علی، عمار، سلمان" سلمان کے متعلق محدثین اس کی وجہ بیان کرتے ہیں "لان سلمان وقع فی الغرابۃ مدۃ کثیرۃ من الزمن وابتلی بالعبودیۃ والمحن" یعنی سلمان ایک طویل مدت تک غربت اور بے کسی میں رہے اور غلامی کی آزمائش اور طرح طرح کے مصائب وآلام میں مبتلا ہوئے اس کے باوجود ان کے پائے صبر واستقلال میں لغزش نہیں آئی)۔

(باقی)